AL-'ULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/about
(July-December) 2024, 5:2(1-31)

عہد نبوی ﷺ میں نظام حلف وولا: تشکیل وارتقا

حافظ جاوید احمد، لیکچرار پنجاب کالج راولپنڈی، پی ایچ ڈی سکالر، لاہور گیریژن یونی ورسٹی لاہور۔

The System of Ḥilf-o Wilā (Oath of Alliance) in the Prophetic Era: Formation and Evolution

Hafiz Javed Ahmad, Lecturer Punjab College Rawalpindi, PhD Scholar, Lahore Garrison University Lahore

Keywords:
Sīrah, Hilf, Wilā, Oath, Alliance, Brotherhood, Justice, Equity

Abstract: *The concept of Ḥilf-oWilā (oath and alliance) plays a vital role in understanding the social dynamics of early Islamic society. It denotes the importance of alliances formed for mutual support, particularly during challenges of the times. Historically, in pre-Islamic Arabia, individuals and tribes adopted such agreements primarily for personal gain, often leading to a culture where loyalty was pledged regardless of moral implications. This practice raises significant ethical concerns, as it frequently resulted in the oppression of the vulnerable, with allies obligated to support one another without regard for justice. Islam introduced transformative changes to this system, highlighting the need for justice and support for the oppressed. This shift redefined relationships based on principles of equity and compassion rather than self-serving interests. The research explores how these alliances evolved from pre-Islamic traditions into a more structured framework under Islamic law. It also highlights various forms of allegiance, such as Wilā al-'Itq (alliance through emancipation) and Wilā al-Muwālāt (alliance through cooperation), illustrating how these concepts were reformed to align with Islamic values in the time of Prophet Muhammad (peace be on him). Moreover, this research emphasizes how Islam had addressed the issues related to inheritance rights, ensuring that close relatives were prioritized while still allowing for a portion of wealth to be bequeathed to allies. This reform was significant in preventing injustices that had previously marginalized rightful heirs. In conclusion; the evolution of the Ḥilf-o Wilā system reflects a profound commitment to justice and ethical conduct within the Muslim community.*

How to Cite

Ahmad, H. J. (2024). عہد نبویﷺ میں نظام حلف وولا: تشکیل وارتقا: The System of Ḥilf-o Wilā (oath of alliance) in the Prophetic Era: Formation and Evolution. *Al-'Ulūm Journal of Islamic Studies*, *5*(2), 86–106. Retrieved from https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/article/view/171

1. Corresponding author Email: hafizjavedahmad1976@gmail.com

تمہید

کسی قوم کی کامیابی اور ترقی کے لئے تنظیم سازی ایک بنیادی عنصر ہے۔ ہر زمانہ میں تنظیم سازی کے لئے مختلف اشیاء بنیادی کردار ادا کرتی رہی ہیں، ان میں نظام حلف وولاء بھی شامل ہے۔ ہر دور میں لوگ اپنے مفادات اور فائدے کے لئے آپس میں معاہدات اور دوستیاں کرتے رہے ہیں، تاکہ مشکل وقت میں ایک دوسرے کے کام آسکیں۔ اسلام میں بھی یہ تصور موجود ہے، لیکن اس کی صورت دیگر مذاہب سے مختلف اور بہتر ہے۔

عہد جاہلیت میں ایک فرد یا قبیلہ دوسرے فرد یا قبیلہ سے اپنے ذاتی فائدہ کے لئے دوستی کا معاہدہ کرلیتا اور ایک دوسرے کے لئے لڑنے مرنے کا حلف اٹھالیتا اور ہر حال میں اپنے حلیف فرد یا قبیلہ کی مدد کرتا، خواہ وہ ظالم ہوتا یا مظلوم۔ اسی طرح آقا اپنے آزاد کردہ غلام کا ولی اور سرپرست شمار کیا جاتا اور اپنے غلام کے جرم اور دیت کا آقا ذمہ دار سمجھا جاتا اور غلام کے مرنے کے بعد آقا اس کا وارث شمار کیا جاتا اور اس غلام کے حقیقی ورثاء وراثت سے محروم ہو جاتے۔ اسلام نے باہمی دوستی اور مدد کے وعدہ کو جائز قرار دیا لیکن اس میں یہ اصلاح کی کہ ہر حال میں مظلوم کا ساتھ دیا جائے، خواہ وہ حلیف فرد، قبیلہ یا آقا ہو یا کوئی مخالف فرد یا قبیلہ ہو۔ اسلام نے وراثت کا حقدار قریبی رشتہ داروں کو قرار دیا، البتہ اپنے حلیف فرد، قبیلہ یا آقا کے لئے ایک تہائی مال تک وصیت کی جاسکتی ہے۔ اسلام نے سابقہ رشتہ ولاء سے بننے والی تنظیم کو باقی رکھا لیکن اس میں بالتدریج تبدیلی اور اصلاح کی اور رشتہ ولاء کو مکمل تنظیمی شکل دے کر اس کے اصول و قواعد مقرر کئے۔ حلف وولاء کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اسلام کے نزدیک تنظیم سازی کا بنیادی سبب صرف مدد ونصرت نہیں بلکہ دین اسلام کو قبول کرنا ہے۔

مکہ سے ہجرت کرکے آنے والے مہاجرین کو حضور علیہ السلام نے انصار کا بھائی بنا کر رشتہ اخوت میں پرو دیا، جس کے نتیجے میں ہر مہاجر اپنے انصاری بھائی کا وارث قرار دیا گیا۔ بعد میں اس حکم وراثت کو منسوخ کر دیا گیا۔ ابتدا میں مسلمان تعداد اور طاقت میں کمزور تھے، اس لئے انہوں نے غیر مسلموں کے ساتھ امن وسلامتی اور امداد باہمی کے لئے معاہدات کئے۔ بعد میں جب مسلمانوں کو قوت وطاقت نصیب ہوئی تو ان معاہدات کی ضرورت نہ رہی، بلکہ مسلمانوں کو آپس میں مدد ونصرت کا حکم دے دیا گیا۔ اس مدد ونصرت کی بنیاد پر ایک نئی تنظیم وجود میں آئی جس کا کارساز اور نگران خود اللہ تعالیٰ تھا۔ اس نئی تنظیم کی بنیاد چند اصول و قواعد پر رکھی گئی، جیسے امداد باہمی، اخوت وبھائی چارہ، عدل وانصاف، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دشمنان خدا سے اظہار براءت وغیرہ۔

اس مضمون میں حلف وولاء کا مفہوم، مختلف صورتیں، عہد نبوی میں نظام حلف وولاء کا تصور، تشکیل وارتقاء اور ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس تحقیق کا منہج تطبیقی اور تجزیاتی ہے۔ عہد جاہلیت کے حلف وولاء کی اصلاح کے ساتھ اس کی تطبیق عہد اسلام کے حلف وولاء پر کی گئی ہے اور عہد جاہلیت کے حلف وولاء کا عہد اسلام کے حلف وولاء کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔

ولاء کی لغوی تحقیق

ابن منظور افریقی لسان العرب میں میں ولاء کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الوَلاء مَصْدَرٌ، والمَوْلى مَوْلى المُوالاة وَهُوَ الَّذِي يُسْلِمُ عَلَى يَدِكَ ويُواليك، والمَوْلى مَوْلى النِّعْمة وَهُوَ المُعْتِقُ أَنعم عَلَى عَبْدِهِ بعتقِه، والمَوْلى المُعْتَقُ لأَنه يُنْزِلُ مَنْزِلَةَ ابْنِ الْعَمِّ يَجِبُ عَلَيْكَ أَن تَنْصُرَهُ وَترِثَهُ إِنْ مَاتَ وَلَا وَارِثَ لَهُ"[1].

ولاء مصدر ہے، اور مولی تمام آقاؤں کا مولی ہے اور یہ وہ شخص ہے جو تیرے ہاتھ پر اسلام لاتا ہے اور تجھے آقا مانتا ہے، اور مولی کا ایک معنی نعمت عطا کرنے والا ہے، اور یہ آزاد کرنے والا آقا ہوتا ہے جو اپنے غلام پر اسے آزاد کرنے کے ساتھ انعام کرتا ہے، اور مولی آزاد کئے جانے والے کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ چچا کے بیٹے کے قائم مقام ہوتا ہے، تم پر اس کی مدد کرنا واجب ہوتا ہے اور تم اس کے وارث بنو گے اگر وہ فوت ہو اور اس کا کوئی اور وارث نہ ہو۔

ولاء کی مذکورہ بالا لغوی تحقیق سے واضح ہوا کہ ولاء مصدر ہے۔ اس سے مولی کا لفظ بنا ہے، جس کا معنی غلام بھی ہے اور نعمت عطا کرنے والا اور آزاد کرنے والا آقا بھی اور آزاد کردہ شخص کو بھی مولی کہتے ہیں۔ پس آزاد کردہ غلام کے فوت ہونے کے بعد اگر اس کا کوئی اور وارث نہ ہو تو اس کا آقا اس کا وارث بنے گا۔

"الْوَلَاءُ: هُوَ مِنْ الْوَلْيِ بِمَعْنَى الْقُرْبِ فَهِيَ قَرَابَةٌ حُكْمِيَّةٌ حَاصِلَةٌ مِنْ الْعِتْقِ أَوْ مِنْ الْمُوَالَاةِ هَذَا فِي اللُّغَةِ يُقَالُ وَلِيَ الشَّيْءُ الشَّيْءَ إذَا حَصَلَ الثَّانِي بَعْدَ الْأَوَّلِ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ --- وَقَالَ فِي النِّهَايَةِ سُمِّيَ وَلَاءُ الْعَتَاقَةِ وَالْمُوَالَاةِ بِهِ؛ لِأَنَّ حُكْمَهُمَا وَهُوَ الْإِرْثُ يَقْرَبُ وَيَحْصُلُ عِنْدَ وُجُودِ شَرْطِهِ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ أَوْ مِنْ الْمُوَالَاةِ وَهُوَ مُفَاعَلَةٌ مِنْ الْوَلَايَةِ بِالْفَتْحِ وَهُوَ النُّصْرَةُ وَالْمَحَبَّةُ إلَّا أَنَّهُ اخْتَصَّ فِي الشَّرْعِ بِوَلَاءِ الْعَتَاقَةِ وَوَلَاءِ الْمُوَالَاةِ وَهُوَ فِي الشَّرْعِ عِبَارَةٌ عَنْ

[1] ابن منظور الإفریقی، **لسان العرب** (بیروت: دار صادر، ط:3، س ن)، 40:15۔

التَّنَاصُرِ بِوَلَاءِ الْعَتَاقَةِ أَوْ بِوَلَاءِ الْمُوَالَاةِ"[2].

ولاء ولی سے بنا ہے جس کا معنی قرب ہے، پس یہ حکمی قرابت ہے جو آزاد کرنے سے حاصل ہوتی ہے، یا یہ لغت میں موالات سے بنا ہے، جیسے کہا جاتا ہے "ولی الشیء الشیء" جب دوسری چیز پہلی کے بعد بغیر فاصلے کے حاصل ہو جائے۔۔۔ اور نہایہ میں ہے کہ اس کو ولاء العتاقہ (آزادی کی ولاء) اور موالات یعنی والی کہا جاتا ہے، اس لئے کہ ان دونوں کا حکم وراثت ہے جو قریب ہوتی ہے اور وہ بغیر فاصلے کے شرط کے پائے جانے کے وقت حاصل ہوتی ہے، یا یہ موالات سے ہے اور یہ باب مفاعلۃ ہے، یہ ولایت سے بنا ہے جس کا معنی مدد اور محبت ہے، مگر یہ لفظ شرع میں ولاء العتاقۃ اور ولاء الموالات (غلاموں کی ولاء) کے ساتھ خاص ہو گیا ہے، اور شریعت میں اس کا معنی ولاء العتاقة یا ولاء الموالات کے ساتھ باہمی مدد کرنا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ولاء ولی سے ماخوذ ہے، جس کا معنی قرب ہے، لیکن اس سے مراد حکمی قرابت ہے جو آزاد کرنے کے سبب حاصل ہوتی ہے۔ یا ولاء کا لفظ لغت میں موالات سے بنا ہے، اس کو ولاء العتاقہ یعنی آزادی کی ولاء اور موالات بھی کہتے ہیں۔ یا یہ ولایت سے باب مفاعلہ ہے، جس کا معنی مدد کرنا اور محبت کرنا ہے۔

مولی کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے لیکن ہمارے موضوع کے اعتبار سے یہ لفظ درج ذیل معانی کے لئے بولا جاتا ہے:

"المولى: العبد، أي المملوك الذي يمن عليه صاحبه، بأن يفك رقبته فيعتقه، ويصير المملوك بذلك مولى لعتاقه"[3].

مولی کا معنی غلام ہے یعنی وہ غلام جس پر اس کا آقا احسان کرتا ہے، اس کی گردن آزاد کر کے جب مالک اسے آزاد کرتا ہے تو غلام اس کے آزاد کرنے کی وجہ سے اس کا مولی بن جاتا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ مولی کے لفظ کے متعدد معانی ہیں، لیکن ہمارے موضوع کے لحاظ سے مولی سے مراد وہ غلام ہے

2- عثمان بن علي الزيلعي الحنفي، تبيين الحقائق (القاهرة: المطبعة الكبرى الأميرية-بولاق، ط:1، 1313ھ)، 5:175۔

3- جواد علي، الدكتور، المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام (بيروت: دار الساقي، ط:3، 1413ھ)، 4:366۔

جسے آزاد کر کے اس کا آقا اس پر احسان کرتا ہے اور وہ غلام اپنے آقا کا مولی کہلاتا ہے۔

ولاء کی مذکورہ لغوی تحقیق ظاہر کرتی ہے کہ ولاء سے مولی کا لفظ بنا ہے اور مولی کا معنی آقا ہے اور اسے تمام آقاؤں کا آقا بھی کہتے ہیں۔ مولی کا اطلاق نعمت عطا کرنے والے شخص پر بھی ہوتا ہے۔ گویا آقا اپنے غلام کو آزاد کر کے اس پر انعام کرتا ہے۔ مولی آزاد کردہ غلام کو بھی کہتے ہیں۔ آزاد کردہ غلام کے فوت ہونے کے بعد اس کا کوئی وارث نہ ہونے کی صورت میں اس کا آقا اس کا وارث قرار دیا جائے گا۔

ولاء کا لفظ قرب کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور اس سے مراد حکمی قرابت ہوتی ہے، جو آزاد کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ یا ولاء کا لفظ موالات سے ماخوذ ہے جو ولایت سے بنا ہے، اس کا معنی مدد اور محبت کرنا ہے۔ مولی کا لفظ کئی معانی پر بولا جاتا ہے لیکن یہاں اس سے مراد وہ غلام ہے جسے اس کا آقا بطور احسان آزاد کر دیتا ہے۔ اب عرب معاشرے میں موالی کا مقام و مرتبہ بیان کیا جاتا ہے۔

عرب معاشرے میں موالی کا مقام

عرب معاشرے میں موالی کا مقام جاننے کے لیے عرب قبائل کے طبقات کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ عرب میں قبیلے کی بنیاد تین طبقات پر تھی:

1. سردار: یہ قبیلہ کے مخلص اور اصل بیٹے تھے، یہ قبیلے کے ستون اور حکم دینے والے تھے[4]۔
2. الموالی: یہ دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک وہ غلام جنہیں آزادی مل گئی تھی اور دوسرے وہ لوگ جو کسی جرم کی وجہ سے اصل قبیلہ چھوڑ کر اس قبیلہ میں شامل ہو گئے تھے۔
3. الارقاء: غلام، یہ غلاموں کا طبقہ تھا۔ یہ لوگ کسی چیز کے مالک نہیں تھے۔ یہ پہلے طبقے کے غلام تھے۔ یہ لوگ یا تو جنگ میں قید ہوئے یا دوسرے قوموں سے خرید کر لائے گئے۔

موالی عرب ہوں یا عجم ان کا مقام ان کے معاشرے میں آزاد سے کم تھا، یعنی ان کی نگاہ میں ان کا مقام آزاد عرب سے کم تھا، اس لئے آزاد اپنی بیٹیوں کی شادی بہت کم موالی سے کرتے تھے، جب کہ ان کے ہاں قلت و ذلت میں یہ ضرب المثل تھی، خاص طور پر جب انسان موالی کا مولی ہو[5]۔

---

[4] نفس مصدر، 4:368۔

[5] نفس مصدر، 4:368-369۔

اس سے معلوم ہوا کہ عرب قبیلہ مختلف طبقات پر مشتمل تھا۔ ایک طبقہ قبیلے کا اصل حکمران تھا۔ دوسرا طبقہ آزاد کردہ غلاموں کا تھا اور اس میں وہ لوگ بھی تھے جو کسی جرم کی وجہ سے اپنا قبیلہ چھوڑ کر عرب قبیلہ میں شامل ہو چکے تھے۔ تیسرا طبقہ غلاموں کا تھا، جو کسی جنگ میں قید ہوئے تھے یا دوسرے لوگوں سے خرید کر عرب قبیلہ میں لائے گئے تھے۔ غلام عربی ہوں یا عجمی، ان کا مقام ومرتبہ آزاد عربوں سے کم تھا، اس لئے آزاد لوگ اپنی بیٹی کی شادی غلام سے کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ بعض نے یہ قاعدہ اختیار کیا:

"الكفاءة في النسب والدين والصنعة والحرية ولا تزوج عربية بأعجمي ولا قرشية بغير قرشي ولاهاشمية بغير هاشمي ولا عفيفة بفاجر"[6].

کفو کا اعتبار نسب، دین، پیشہ اور آزادی میں ہے، عربی عورت عجمی سے شادی نہیں کرے گی، نہ قریشی عورت غیر قریشی مرد سے، نہ ہاشمی عورت غیر ہاشمی مرد سے اور نہ پاکدامن عورت کسی فاجر سے نکاح کرے گی۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ بعض علماء کے نزدیک نسب، دین، پیشہ اور آزادی میں کفو کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ کوئی مرد یا عورت اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے خاندان میں شادی نہیں کرسکتے۔ اسی طرح کوئی پاکدامن کسی ناپاک سے نکاح نہیں کرسکتا۔ ولاء العقد یا ولاء الموالات کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عربوں کے درمیان ولاء کو باطل قرار دیا لیکن اسے عرب اور غیر عرب کے درمیان جائز رکھا[7]۔

یعنی عرب کا کوئی بھی شخص کسی دوسرے عربی سے رشتہ قائم کرسکتا ہے، لیکن عرب اور غیر عرب ایک دوسرے سے ازدواجی تعلقات قائم نہیں کرسکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں قید ہونے والوں میں سے کسی کو غلام نہیں بنایا، گویا حضور علیہ السلام نے عربوں میں ولاء الرق اور ولاء العتق کو ختم کر دیا۔ غزوہ حنین کے دن محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَوْ كَانَ يَجْرِي عَلَى عَرَبِيٍّ رِقٌّ لَكَانَ الْيَوْمَ وَإِنَّمَا الْإِسْلَامُ أَوْ السَّيْفُ "[8].

اگر کسی عربی پر غلامی جاری ہوتی تو آج ہوتی لیکن اب صرف اسلام ہے یا تلوار۔

---

[6]۔ نفس مصدر، 369:4۔

[7]۔ نفس مصدر، 370:4۔

[8]۔ محمد بن فرامرز بن علي، درر الحكام شرح غرر الأحكام (بیروت: دار إحياء الكتب العربية، بدون السنة)، 298:1۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے غلام بنانے کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق نے عربوں میں عورتوں اور بچوں کو بھی غلام بنانے سے روک دیا تھا۔

ولاء کا تعارف اور اقسام

ذیل میں ولاء کے تعارف اور اس کی اقسام پر تفصیلی بحث کی جائے گی:

ولاء کا تعارف

ولاء ایک دوستی اور قرابت کا رشتہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کے مختلف طریقے رائج تھے۔ اسلام نے بھی اس کا لحاظ رکھا، بلکہ بعض معاملات میں اس کی تاکید فرمائی۔

زمانہ جاہلیت میں ولاء باہمی امداد کا ذریعہ تھا۔ اسلام نے بھی اسے باقی رکھا، لیکن اسلامی تعلیمات کے خلاف معاملات کی اجازت نہیں دی۔ اس رشتہ ولاء و قرابت کی وجہ سے حق اور ذمہ داری کا تعین ہوتا ہے۔

ولاء کی اقسام

زمانہ جاہلیت میں ولاء کی درج ذیل قسمیں تھیں:

1۔ ولاء عتق

ابو بکر الجصاص الحنفی احکام القرآن میں ولاء عتق کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

> یہ ولاء آزاد کرنے والے آقا اور آزاد کردہ غلام کے درمیان قائم ہوتی تھی۔ جب آقا اپنے غلام کو آزاد کرتا تھا تو اس آزادی کے باوجود بھی ان کے درمیان ایک رشتہ قائم رہتا تھا، اس رشتہ کو ولاء عتق کہا جاتا تھا۔ اپنے غلام کو آزاد کرنے والا آقا مولی کہلاتا تھا چونکہ غلام کو آزادی کی نعمت دینے کی وجہ سے وہی اس کا ولی نعمت ہوتا، اس لئے اس آقا کو ولی نعمت بھی کہتے تھے۔ علاوہ ازیں ملکیت، تصرف، ولایت اور نصرت وحمایت میں آقا اپنے غلام کا نگران ہوتا۔ آزاد کردہ غلام کو بھی مولی کہا جاتا کیونکہ آقا کی طرف سے اسے آزادی کی نعمت سے مالا مال کرنے کی وجہ سے اس کے آقا کی ولایت اس کے ساتھ متصل ہو جاتی[9]۔

ولاء عتق سے واضح ہوا کہ آقا کے اپنے غلام کو آزاد کرنے کے باوجود ان کے درمیان ولاء عتق کا رشتہ قائم رہتا

[9]۔ أبو بكر أحمد بن علي الرازي الجصاص الحنفي، **أحكام القرآن** (بيروت: دار الكتب العلمية، ط:1، 1415ھ)، 3:483۔

ہے۔ غلام کو آزاد کرنے والے آقا کو مولی اور ولی نعمت بھی کہا جاتا تھا۔ آقا ملکیت وتصرف اور مدد کرنے میں اپنے غلام کا نگران سمجھا جاتا تھا۔

وراثت میں حصہ اور جرمانہ کی ادائیگی کا ذمہ

آقا اپنے آزاد کردہ غلام کی وفات کے بعد اس کی وراثت کا حقدار بن جاتا تھا۔ اس کے علاوہ غلام کی زندگی میں اس کی طرف سے جرمانہ اور دیت کی ادائیگی کا اس کے رشتہ داروں کی طرح ذمہ دار ہوتا تھا۔ مولی دو قسم کے ہوتے ہیں:

> المولى" اليوم موليان: مَوْلى يرث ويورث، فهؤلاء ذوو الأرحام – وموًّلى يورَث ولا يرِث، فهؤلاء العَتَاقة [10]۔
>
> اور مولی کی آج دو قسمیں ہیں: ایک وہ مولی جو وارث بنتا ہے اور جس کا وارث بنا جاتا ہے، پس یہ ذوی الارحام ہیں اور دوسرا وہ مولی جس کا وارث بنا جاتا ہے اور وہ وارث نہیں بنتا، پس یہ لوگ آزاد شدہ ہیں۔
>
> وإذا أعتق المولى مملوكه فولاؤه له" لقول عليه الصلاة والسلام: "الولاء لمن أعتق"، [11] ولأن التناصر به فيعقله وقد أحياه معنى بإزالة الرق عنه فيرثه ويصير الولاء كالولاد، ولأن الغنم بالغرم [12].
>
> جب مولی اپنے غلام کو آزاد کرے گا تو اس کی ولاء اس کے لئے ہوگی، کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: "ولاء اس کے لئے ہے جو آزاد کرے" اس لئے کہ ولاء کے ذریعے باہمی مدد ہوتی ہے اور وہ اس کی دیت ادا کرتا ہے اور آقا نے اسے غلامی سے آزاد کر کے زندہ کیا تھا تو وہ اس کا وارث ہوگا اور ولاء اولاد کی طرح ہوتی ہے، کیونکہ فائدہ جرمانے کے بدلے ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کہ آقا اپنے آزاد کردہ غلام کے فوت ہونے کے بعد اس کا وارث بن جاتا ہے۔ علاوہ ازیں آقا اپنے غلام کے رشتہ داروں کی طرح اس کی طرف سے دیت اور جرمانہ ادا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ حدیث پاک کے

10۔ محمد بن جرير الطبري، جامع البيان في تأويل القرآن (بیروت: مؤسسة الرسالة، ط:1، 1420ھ)، 8:271۔

11۔ مسلم بن الحجاج القشيري، صحيح مسلم، بَابُ إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ (بیروت: دار إحياء التراث العربي، بدون السنة)، رقم الحديث: 1504۔

12۔ برهان الدين علي بن أبي بكر المرغيناني، الهداية (بیروت: دار احياء التراث العربي، بدون السنة)، 3:267۔

مطابق آقا اپنے غلام کو آزاد کرنے کے بعد اس کا والی قرار دیا جائے گا۔ گویا ولاء اولاد کی طرح ہوتی ہے۔

زمانہ جاہلیت میں وراثت کی تقسیم اور اس میں اصلاح

زمانہ جاہلیت میں وراثت کی تقسیم کے حوالے سے حضرت امام ابو بکر الجصاص الحنفی لکھتے ہیں:

"زمانہ جاہلیت میں لوگ صرف مردوں کو وراثت دیتے تھے۔ چھوٹے بچوں اور عورتوں کو وراثت نہیں ملتی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے آیات میراث نازل فرمادیں اور دو چیزوں کی وجہ سے وہ آپس میں وارث بنتے تھے، ان میں سے ایک چیز حلف اور معاہدہ ہوتی اور دوسری چیز متبنی، پھر اسلام آیا، اس نے انہیں کچھ وقت اپنے طریقوں پر چھوڑے رکھا پھر اس طریقہ کو منسوخ کر دیا گیا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ حلف اور عقد کے ساتھ قرآن کی نص کے ذریعے آپس میں وارث بنتے تھے، پھر اسے منسوخ کر دیا گیا۔ شیبان قتادہ سے روایت کرتے ہیں قرآن کی اس آیت کے بارے میں: ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾[13] اور وہ لوگ جن سے بندھ چکا ہے تمہارا عہد و پیمان تو دو انہیں ان کا حصہ[14]۔

زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے آدمی سے معاہدہ کرتا اور کہتا کہ میرا خون تیرا خون ہے، میرا اگرانا تیرا اگرانا ہے، تم میرے وارث بنو گے اور میں تمہارا وارث بنوں گا، تم مجھ سے مانگو گے، میں تم سے مانگوں گا۔ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ وہ اسلام میں تمام مال میں سے چھٹے حصے کے وارث بنتے، پھر اہل میراث اپنی میراث لیتے، پھر اس کے بعد اسے منسوخ کر دیا گیا۔ پس اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾[15]۔ اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، کتاب اللہ کی رو سے۔

اور حضرت حسن بن عطیہ اپنے والد سے وہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالی کے اس ارشاد کے بارے میں: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ

---

[13]۔ **القرآن**، 33:4۔

[14]۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، **جمال القرآن** (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، س ن)، 151۔

[15]۔ **القرآن**، 6:33۔

وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾[16]

اور ہر ایک کے لئے بنادیئے ہیں ہم نے وارث اس مال سے جو چھوڑ جائیں ماں باپ یا قریبی رشتہ دار اور وہ لوگ جن سے بندھ چکا ہے تمہارا عہد وپیمان تو دو انہیں ان کا حصہ۔

زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے کے لئے قسم اٹھاتا، پس وہ اس کا تابع ہوجاتا، پھر جب وہ فوت ہوجاتا تو اس کی میراث اس کے اہل اور اقرباء کے لئے ہوجاتی اور اس کے تابع کے لئے کوئی چیز نہ بچتی۔ پس اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کی: ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾ پھر اسے اس کی میراث سے عطا کیا جاتا۔۔۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے اس آیت کے بارے میں: ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ﴾ فرماتے ہیں کہ آدمی کہتا تھا تم میرے وارث بن جاؤ میں تمہارا وارث بن جاؤں گا۔ پس اس حکم کو اس آیت نے منسوخ کردیا: ﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا﴾[17].

اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، کتاب اللہ کی رو سے عام مومنوں اور مہاجرین سے مگر یہ کہ تم کرنا چاہو اپنے دوستوں سے کوئی بھلائی۔

فرمایا: مگر یہ کہ تم اپنے ان دوستوں کے لئے وصیت کردو جن سے تم نے وصیت کا وعدہ کیا تھا۔ پس آپ نے ذکر کیا کہ جو کچھ زمانہ جاہلیت میں تھا، وہ منسوخ ہوگیا اللہ تعالی کے اس فرمان کے ساتھ: "وَأُولُو الْأَرْحَامِ" اور اللہ تعالی کا یہ فرمان: "فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ" اس سے مراد میراث کے بغیر وصیت کرنا، یا مشورہ اور مدد کرنا ہے[18]۔

اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ عہد جاہلیت میں صرف مردوں کو وراثت دی جاتی تھی۔ عورتوں اور بچوں کو وراثت سے

---

[16]- **القرآن**، 33:4۔

[17]- **القرآن**، 33:6۔

[18]- الجصاص، **احکام القرآن**، 3:3۔

محروم کر دیا جاتا تھا۔ اس کے رد میں آیات میراث نازل کی گئیں۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں حلف و معاہدہ اور متبنی کے ذریعے ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے۔ اسلام نے کچھ عرصہ کے بعد اسے بھی منسوخ کر دیا۔ عہد جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے کو کہتا کہ میرے مرنے کے بعد تم میرے وارث بنو گے اور تمہارے مرنے کے بعد میں تمہارا وارث بنوں گا، پھر وہ اپنے وعدے کے مطابق جائیداد کے چھٹے حصے کے وارث بنتے اور اس کے بعد جائیداد باقی ورثاء میں تقسیم کی جاتی۔ پھر اسے بھی قران نے منسوخ کر دیا۔

زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی دوسرے کے لئے اپنی وراثت کی قسم اٹھاتا لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کی قسم کے برعکس اس کی ساری رقم اس کے ورثاء میں تقسیم کر دی جاتی تھی، پھر اللہ تعالی نے وعدہ اور قسم کو پورا کرنے کے بارے میں آیت نازل کی۔ آیات میراث کے نازل ہونے کے بعد کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قسم کھالے یا وعدہ کرلے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی ساری جائیداد فلاں شخص کو دے دی جائے، البتہ وہ تہائی مال تک کسی کے نام وصیت کر سکتا ہے، یا اپنی زندگی میں اس کی مدد کر سکتا ہے۔

2۔ ولاء سائبہ

مولانا ظفر احمد عثمانی اعلاء السنن میں ولاء سائبہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> سائبہ سے مراد یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے یہ کہے کہ تم آزاد ہو اور تم کسی کی ولاء میں نہیں۔ اس کا مطلب غلام کو صرف آزاد کرنا نہیں ہوتا تھا بلکہ ولاء سے بھی آزاد کرنا ہوتا تھا۔ مثلاً آقا اپنے غلام سے یہ کہے:
>
> وقد أعتقك سائبة أو أنت حر سائبة وأن لا ولاء لإحد عليه [19].
>
> اور بے شک میں تجھے سائبہ آزاد کرتا ہوں یا تم سائبہ آزاد ہو اور اس پر کسی کا رشتہ ولاء نہیں ہوتا۔

ولاء سائبہ میں آقا اپنے غلام کو اس طرح آزاد کرتا ہے کہ اس پر کسی کی ولاء باقی نہیں رہتی۔ اس غلام کو ہر قسم کی ولاء سے بھی آزاد کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ کسی کا رشتہ ولاء کا تعلق نہیں رہتا۔ ولاء کی بنیاد یہ آیت کریمہ ہے:

﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي

---

[19]۔ ظفر احمد عثمانی، **اعلاء السنن** (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، 1427ھ)، 16: 271۔

الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ﴾[20]۔

بلایا کرو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے یہ زیادہ قرین انصاف ہے اللہ کے نزدیک، اگر تمہیں علم نہ ہو ان کے باپوں کا تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اسلام میں کسی کو متبنیٰ بنانا جائز نہیں ہے، بلکہ اس بیٹے کی نسبت اس کے اصل باپ کی طرف کرنا ضروری ہے اور اگر اس کا باپ معلوم نہ ہو تو وہ تمہارا دینی بھائی ہے اور تمہارا دوست ہے، تمہارا غلام نہیں ہے۔

یہاں سائبہ سے مراد وہ غلام ہے جسے آقا آزاد کرے اور اس کے ساتھ ولاء کا تعلق ختم کر دے۔ اسلام میں یہ جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں ہے:

فَإِنْ شَرَطَ أَنَّهُ سَائِبَةٌ فَالشَّرْطُ بَاطِلٌ، "وَالْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ" لِأَنَّ الشَّرْطَ مُخَالِفٌ لِلنَّصِّ وَهُوَ. قَوْلُهُ: - عَلَيْهِ السَّلَامُ – "الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ" [21]

پس اگر اس نے سائبہ کی شرط لگائی تو یہ شرط باطل ہے اور ولاء اس کے لئے ہے جو آزاد کرے کیونکہ یہ شرط نص کے مخالف ہے اور وہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے: "ولاء اس کے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں ولاء سائبہ کا رواج تھا۔ آقا اپنے غلام کو کہتا کہ تم آزاد ہو اور تم پر کسی کو ولاء حاصل نہیں ہے۔ اس غلام سے ہر قسم کا ولاء کا تعلق ختم کر دیا جاتا، لیکن اسلام نے اس سائبہ کی شرط کو باطل قرار دیا، کیونکہ یہ حدیث پاک کے خلاف ہے۔ حدیث کے مطابق ولاء اس کو حاصل ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

3۔ ولاء مکاتبت

ابو بکر بن علی الزبیدی "الجوھرہ النیرہ" میں لکھتے ہیں

"مکاتبت سے مراد یہ ہے کہ غلام اپنے آقا سے کہے کہ اگر میں تمہیں زرِ ثمن ادا کر دوں تو کیا تم مجھے آزاد کر دو گے؟ تو آقا اسے قبول کر لے۔ جب وہ رقم ادا ہو جائے گی تو غلام آزاد ہو جائے گا۔ یا مالک اپنے غلام سے کہے کہ اگر تم اتنی رقم یکمشت یا قسطوں پر ادا کر دو تو تم آزاد ہو اور غلام یہ رقم ادا کر دے تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ مکاتبت کے ذریعے آزاد

---

[20]۔ **القرآن**، 5:33۔

[21]۔ أبو بكر بن علي بن محمد الزَّبِيدِيّ، **الجوهرة النيرة** (المطبعة الخيرية، ط:1، 1322ھ)، 2:116۔

ہونے والے کی ولاء آزاد کرنے والے آقا سے ہو گی۔ اسے ولائے مکاتبت کہتے ہیں۔ اگر غلام اپنی جان کی آزادی کے لئے کچھ رقم طے کرے، تو جب وہ اس کی کوشش کرے اور رقم ادا کر دے تو وہ آزاد ہے۔ ولاء مکاتبت میں اصل یہ ہے کہ جب کسی نے اپنے غلام کو آزاد کیا تو اس کی ولاء اسی کے لئے ہوتی ہے۔ وہ اس کی طرف منسوب ہوتا ہے اور جب وہ غلام مر جائے تو وہ آقا اس کا وارث ہوتا ہے"[22]۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ ولائے مکاتبت میں غلام اپنے آقا کو مخصوص رقم ادا کر کے اس سے آزادی حاصل کر لیتا ہے۔ یا آقا اپنے غلام سے متعین رقم لے کر اسے آزاد کر دیتا ہے، لیکن آزادی کے باوجود اس غلام کی ولاء اس کے آقا کے ساتھ ہو گی۔ اس آزاد کردہ غلام کے فوت ہونے کے بعد اس کا آقا اس کا وارث شمار ہو گا۔

4۔ ولاء عقد یا ولاء موالات

ولاء عقد یا ولاء موالات کا مفہوم بیان کرتے ہوئے جواد علی فرماتے ہیں:

ولاء عقد یا ولاء موالات کا معنی ہے کہ کوئی فرد یا قبیلہ دوسرے فرد یا قبیلے سے دوستی کا معاہدہ کرے۔ یہ معاہدہ عام طور پر کمزور قبیلہ دوسرے طاقتور قبیلے سے کرتا تھا اور کمزور قبیلہ طاقتور قبیلے کے سردار سے منسوب ہو جاتا تھا، اس طرح کا معاہدہ یثرب کے یہودیوں نے اوس وخزرج کے ساتھ کیا تھا اور وہ یہودی اوس وخزرج کی ولایت میں تھے۔ اس طرح یہود نے اپنے آپ کو مضبوط کیا اور اوس وخزرج کے والی بن گئے۔ جب اسلام ظاہر ہوا تو بعض لوگ عبد اللہ بن ابی، بعض سعد بن معاذ اور بعض عبادہ بن صامت کی ولاء میں تھے۔ ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ دوستی کرنے والوں کی مدد و نصرت کریں اور ان کا دفاع کریں۔ یہ موالی الحلف تھے[23]۔

ولاء عقد یا ولاء موالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام طور پر کمزور قبیلہ کسی طاقتور قبیلے سے دوستی کا معاہدہ کر لیتا تھا اور اپنے آپ کو اس طاقتور قبیلے کے سردار کی طرف منسوب کر لیتا، جیسا کہ یثرب کے یہودیوں نے اوس وخزرج کے ساتھ

22- جواد علی، **المفصل**، 367:4۔

23۔ نفس مصدر، 368:4۔

اسی قسم کا معاہدہ کیا تھا اور وہ یہودی اوس وخزرج کی ولاء میں شمار ہوتے تھے۔ اس صورت میں طاقتور قبیلہ کی ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے ساتھ شامل ہونے والے قبیلہ کی ہر قسم کی امداد واعانت کرے۔

اسلام اور عقد جاہلیت

زمانہ جاہلیت میں دو افراد یا دو قبیلے باہم مدد اور دفاع کا معاہدہ کرتے تو ہر لحاظ سے ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے، یہاں تک کہ وراثت میں بھی ایک دوسرے کا وارث بننے کا معاہدہ کرتے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے بھی اس طرح کا ایک معاہدہ کیا تھا اور اپنے مولی کی وفات کے بعد اس کے وارث بنے تھے۔ یہ معاہدہ اس طرح کیا جاتا کہ ایک شخص دوسرے کو کہتا کہ:

"میرا گرانا تیرا گرانا ہے، میرا خون تیرا خون ہے اور تم میرے وارث بنوں گے اور میں تمہارا وارث بنوں گا"[24]

اس طرح کے معاہدہ میں کئی چیزیں اسلام کے خلاف تھیں۔ مثلا اس میں یہ شرط ہوتی کہ ہر ایک دوسرے کا ساتھ دے گا۔ اس کی خاطر اپنا خون بہائے گا، جس چیز کو وہ گرائے گا، اسے یہ بھی گرائے گا۔ اس طرح ہر جائز وناجائز کام میں اس کی مدد کرے گا۔ یہ عقد جاہلیت تھا۔

اسلام نے اس قسم کے معاہدے کو باطل قرار دے دیا۔ ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی حمایت واجب قرار دے دی اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینے کا حکم دے دیا اور اس سلسلہ میں کسی قرابت داری یا غیر قرابت داری کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا۔ اب اسلام میں امداد وحمایت کا معیار بیان کیا جاتا ہے:

اسلام میں امداد وحمایت کا معیار

اسلام نے اپنے ماننے والوں سے یہ وعدہ لیا کہ عدل وانصاف کے گواہ بنو، چاہے یہ گواہی تمہارے قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو، چاہے تم امیر ہو یا غریب۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى

[24] ۔ الجصاص، احکام القرآن، 3:490۔

أَن تَعۡدِلُواْ﴾[25]

اے ایمان والو ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے انصاف پر گواہی دینے والے محض اللہ کے لئے، چاہے گواہی دینا پڑے تمہیں اپنے نفسوں کے خلاف یا اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف (جس کے خلاف گواہی دی جارہی ہو) وہ دولت مند ہو یا فقیر۔ پس اللہ زیادہ خیر خواہ ہے دونوں کا، تو نہ پیروی کرو خواہش نفس کی انصاف کرنے میں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے زمانہ جاہلیت کے اس طریقہ کار کو باطل قرار دے دیا جس کے تحت غیر کے مقابلہ میں اپنے حلیف اور رشتہ دار کی مدد و حمایت کرنا لازم ہوتی تھی، خواہ وہ حلیف و رشتہ دار ظالم ہی کیوں نہ ہو اور اسلام نے مدد و حمایت کا معیار عدل و انصاف اور حق کو قرار دیا ہے۔

عہد جاہلیت میں حلیف کی میراث

زمانہ جاہلیت میں عقد ولاء اور معاہدہ دوستی کے مطابق وراثت ایک دوسرے کو دے دی جاتی اور میت کے اقرباء وراثت کے حقدار نہیں ہوتے تھے۔ اسلام نے اس قسم کے عقد ولاء اور معاہدہ کو باطل قرار دیا اور حکم دیا کہ وراثت کے حقدار میت کے ورثاء اور اقرباء ہوں گے۔ البتہ اسلام نے حلیف یا معاہد کے لئے ایک تہائی مال کی وصیت کو جائز قرار دیا۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاحلف في الاسلام وأيما حلف كان في الجاهلية لم يزده الاسلام الا شدة[26]۔

اسلام میں اس طرح کا کوئی حلف نہیں البتہ جو جاہلیت میں حلف تھا اسلام نے اس میں سختی زیادہ کی ہے)(یعنی اسے باطل قرار دیا ہے۔

تمام مفسرین کے نزدیک اسلام کے ابتدائی دور میں لوگ نسب کی بجائے حلف اور معاہدہ کی وجہ سے ایک دوسرے کا وارث قرار پاتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں ہونے والے معاہدہ میں دو برائیاں تھیں:

۱۔ ہر حال میں ایک دوسرے کی مدد و حمایت کرنا۔

۲۔ وراثت میں ذوی الارحام کی محرومی۔

---

[25]۔ **القرآن**،4:135۔

[26]۔ أحمد بن عبد الرحمن البنا الساعاتي، **الفتح الرباني** (بيروت: دار احياء التراث العربي، ط:3، بدون السنة)، 8:21۔

اسلام نے ان دونوں صورتوں کو باطل قرار دے دیا۔

اس سے واضح ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں عقد ولاء اور معاہدہ کی بناء پر وراثت تقسیم ہوتی تھی۔ عقد ولاء کرنے والے کو وراثت دے دی جاتی اور میت کے قریبی رشتہ دار وراثت سے محروم کر دیئے جاتے، چونکہ اس تقسیم وراثت میں اقرباء کی حق تلفی تھی، اس لئے اسلام نے اسے باطل قرار دے دیا اور وراثت کا مستحق صرف قریبی رشتہ داروں کو قرار دیا، البتہ غیر وارث کے لئے اسلام نے تہائی مال تک وصیت کو جائز قرار دیا ہے۔

ولاء اسلام

اسلام نے سابقہ رشتہ ولاء کے ذریعہ سے جو تنظیم اور قوت معرض وجود میں آئی، اسے باقی رکھا لیکن اس میں بالتدریج تبدیلی کا حکم دیا اور بالآخر اس رشتہ ولاء کو مکمل تنظیمی شکل دے کر اس کے لئے اصول وضوابط وضع کئے۔ ولاء کی اصل وہ آیت مبارکہ ہے جو دوستی کی بنیاد مہیا کرتی ہے، وہ آیت یہ ہے:

﴿فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ﴾[27]

اگر تمہیں علم نہ ہو ان کے باپوں کا تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں۔

اس آیت سے یہ واضح ہوا کہ تنظیم سازی کا ایک نیا سبب صرف باہمی نصرت وحمایت ہی نہیں بلکہ دین کو قبول کرنا بھی ہے۔ ایک دین کو قبول کرنے والے اور ایک رسول کی اطاعت کرنے والے تمہارے دینی بھائی ہیں۔ گویا عہد اسلامی کی ایک خوبی یہ ہے کہ اب رشتہ ولاء کی بنیاد صرف مدد وحمایت ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دین سے وابستگی بھی شامل ہے۔ گویا اسلام میں دین کی بنیاد پر ایک نئی تنظیم معرض وجود میں آئی۔

اب نئے رشتہ ولاء کے اصول وضوابط بیان کئے جاتے ہیں۔

نئے رشتہ ولاء کے اصول وضوابط

اسلام کے نئے رشتہ ولاء کے اصول وضوابط درج ذیل ہیں:

1. **دوستی کی بنیاد**

دوستی کی بنیاد ظلم کے خلاف باہمی نصرت واعانت ہے لیکن ظلم وزیادتی پر مدد واعانت نہیں ہے۔ اسلام سے

---

[27]۔ **القرآن**، 5:33۔

پہلے ہر حال میں اپنے دوست کی مدد کی جاتی خواہ وہ ظالم ہو تا یا مظوم لیکن اسلام نے صرف ظلم کے خلاف مدد کرنے کی اجازت دی ہے اور ظالم کی مدد کرنے سے روکا ہے۔

2. **باہمی مدد وحمایت کی بنیاد**

اسلام میں باہمی مدد وحمایت کی بنیاد اخوت وبھائی چارہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[28]، اہل ایمان بھائی بھائی ہیں۔

اس آیت میں تمام اہل اسلام کو آپس میں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا ہے اور مشکل وقت میں ایک دوسرے کی امداد ونصرت کا حکم دیا گیا ہے۔

3. **عدل وانصاف پر قائم رہنا**

اسلام کے رشتہ ولاء نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ﴾[29]، اے ایمان والو ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے انصاف پر گواہی دینے والے محض اللہ کے لئے۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ اہل ایمان انصاف پر قائم رہتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لئے درست گواہی دیتے ہیں۔

4. **امر بالمعروف ونہی عن المنکر**

اسلام اپنے ماننے والوں کو نیکی کا حکم کرنے اور گناہوں سے منع کرنے کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے: ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[30]، اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے[31]۔

اسلام میں نئے رشتہ ولاء کا ایک اصول امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے، یعنی اسلام نے اہل ایمان کو نیکی کا حکم دینے کی تاکید فرمائی ہے اور گناہوں سے روکنے کا حکم دیا ہے۔

---

[28]۔ **القرآن**، 10:49۔

[29]۔ **القرآن**، 13:4۔

[30]۔ **القرآن**، 71:9۔

[31]۔ محمد کرم شاہ، **جمال القرآن**، 335۔

اس نئی تنظیم کا فائدہ یہ ہو گا کہ صرف چند افراد یا چند قبائل دوستی کے معاہدے کے ساتھ امن وسلامتی سے نہیں رہیں گے بلکہ تمام اہل عرب اس سے مستفید ہوں گے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ: وَلَعَلَّك أَنْ تَعِيشَ حَتَّى تَرَى الْمَرْأَةَ تَخْرُجُ مِنْ الْقَادِسِيَّةِ إلَى الْيَمَنِ بِغَيْرِ جِوَارٍ [32]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے فرمایا: شائد تم اس وقت تک زندہ رہو گے حتی کہ تم ایک عورت کو دیکھو گے کہ وہ بغیر کسی ساتھی کے قادسیہ سے یمن تک کا سفر کر رہی ہو گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسی دوستی اور ولاء چاہتا ہے، جس کے ذریعے امن وامان عام ہو اور جس میں مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں تا کہ برائیوں سے پاک معاشرہ وجود میں آئے۔

5. **دشمنان خدا سے براءت کا اظہار**

اسلام کا رشتہ ولاء اہل اسلام کو دشمنان خدا سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾[33]، بے شک تمہارے لئے خوبصورت نمونہ ہے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں (کی زندگی) میں جب انہوں نے (برملا) کہ دیا اپنی قوم سے کہ ہم بیزار ہیں تم سے اور ان معبودوں سے تم جن کی پوجا کرتے ہو اللہ کے سوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کا رشتہ ولاء مسلمانوں کو کفار سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے، جب کہ آپس میں پیار ومحبت سے زندگی گزارنے کی تاکید کرتا ہے۔

حلف کا لغوی معنی

ولاء کے تعارف واقسام کے بعد حلف کا تعارف اور عہد نبوی کے معاہدات کا ذکر کیا جائے گا۔ حلف کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے سلمہ بن مسلم لکھتے ہیں:

32۔ الجصاص، أحكام القرآن، 2:369۔

33۔ القرآن، 4:60.

الحَلْف والحَلِفُ لغتان، وهو القسمُ، والواحدُ حلفَةً. قال امؤر القيس: حلفْتُ لها بالله حلفة فاجر ...ويقولون: يحلف بالله محلوفةً، على معنى يحلفُ بالله قسمه، والمحلوف هو القسم [34]۔

حلف اور حِلف دو لغتیں ہیں، ان کا معنی قسم ہے اور حلف کا واحد حلفہ ہے۔ امر وء القیس نے کہا: میں نے اس عورت کے لئے اللہ کا غلط حلف یعنی قسم اٹھائی اور وہ کہتے ہیں: وہ اللہ کا حلف اٹھاتا ہے، اس کا معنی ہے وہ اللہ کی قسم اٹھاتا ہے اور محلوف کا معنی قسم ہے۔

محمد عمیم الاحسان المجددی لکھتے ہیں:

الحلف: يمين يؤخذ بها العقد ثم سمِّي به كل يمين [35]۔

حلف کا معنی وہ قسم ہے جس کے ساتھ وعدہ لیا جاتا ہے، پھر ہر قسم کو حلف کہا جانے لگا۔

زین الدین محمد المناوی لکھتے ہیں:

الحلف: العهد بين القوم، والمحالفة المعاهدة والملازمة، ومنه فلان حلف كريم وحليف كرم. وتحالفا تعاهدا على أن يكون أمرهما واحدا في النصرة والحماية. والمحالفة أن يحلف كل للآخر، ثم جعلت عبارة عن الملازمة مجردا [36]۔

حلف کا معنی ہے قوم کے درمیان عہد کرنا اور محالفہ کا معنی ہے پکا معاہدہ کرنا اور اسی سے ہے کہ فلاں شخص اچھے وعدے والا ہے اور ان دونوں نے حلف یعنی وعدہ کیا کہ ان دونوں کا معاملہ مدد کرنے اور حمایت کرنے میں ایک ہی ہو گا اور حلف وہ ہے جو ہر شخص دوسرے کے لئے اٹھاتا ہے پھر حلف اور قسم ثابت قدمی کا نام ہو گیا۔

ان عبارات سے واضح ہوا کہ حلف کا معنی قسم اٹھانا ہے۔ حلف کا معنی پکا وعدہ کرنا ہے۔ حلف کا معنی قوم کے درمیان وعدہ کرنا ہے۔ حلف کا معنی ایک دوسرے کے ساتھ باہمی مدد اور حمایت کا معاہدہ کرنا ہے۔ علاوہ ازیں حلف اور قسم ثابت قدمی کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

اسی طرح حدیث پاک میں بھی حلف کا ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت انس کی روایت ہے کہ:

---

[34]۔ سَلَمَة بن مُسْلِم العَوْتبي الصُحاري، الإبانة في اللغة العربية (مسقط: وزارة التراث القومي والثقافة، ط:1، 1420ھ)، 2:412۔

[35]۔ محمد عميم الإحسان المجددي البركتي، التعريفات الفقهية (بيروت: دار الكتب العلمية، ط:1، 2003)، 1:81۔

[36]۔ زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين، التوقيف على مهمات التعاريف (القاهرة: عالم الكتب عبد الخالق ثروت، ط:1، 1410ھ)، 1:146۔

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: "حَالَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِي بِالْمَدِينَةِ" [37]

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور انصار کے درمیان میرے گھر مدینہ میں معاہدہ کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف قبائل کے درمیان دوستی اور نصرت کے معاہدے کروایا کرتے تھے اور اسی طرح مختلف قبائل بھی آپس میں دوستی اور مدد کے معاہدے کیا کرتے تھے۔

اب عہد قدیم وجدید میں حلف کا ذکر کیا جاتا ہے:

حلف اور عہد قدیم وجدید

عہد قدیم وجدید کے حلف کے بارے میں فلپ کے ہٹی لکھتے ہیں:

"عرب فطرتی طور پر جمہوریت پسند اور آزاد ہیں۔ ہر قبیلہ آزاد وخود مختار تھا۔ اپنی ترقی اور بقاء کے فیصلے خود کرتا تھا۔ عرب کسی کے کنٹرول میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ عرب قبائل ہر حال میں اپنے قبیلے کی حفاظت کرتے تھے۔ ہر قبیلہ ایک ریاست کی طرح تھا اور اس کے افراد اس ریاست کے شہری تھے"[38]

اس سے واضح ہوا کہ مختلف قبائل اپنے فائدے کے لئے ایک دوسرے سے معاہدے کر لیا کرتے تھے، تاکہ ضرورت کے وقت ان کی مدد اور حفاظت کی جاسکے۔ آج کے دور میں مختلف ریاستیں اس طرح کے معاہدات کرتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اس دور میں مختلف قبیلے اپنی حفاظت ومدد کے لئے اس طرح کے معاہدے کرتے تھے اور آج کل مختلف ریاستیں اپنی حفاظت اور مدد کے لئے یہ کام کرتی ہیں۔

آنے والے صفحات میں عہد نبوی میں نظام حلف کی وضاحت ہے:

37- أبو بكر أحمد بن علي الخطيب البغدادي، **تلخيص المتشابه في الرسم** (دمشق: طلاس للدراسات والترجمة والنشر، ط:1، 1985م)، 1:113۔

38- *Philip K. Hitti,* ***History of the Arabs*** *(Palgrave Macmillon Revised Tenth Edition 2002 AD), 89.*

عہد نبوی میں نظام حلف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ اور دوسرے علاقوں میں اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے کئی قبائل اور لوگوں سے حلف اور معاہدے کئے، جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:

1. مواخات مدینہ

مواخات مدینہ کے باب میں ابن ہشام لکھتے ہیں:

> ہجرت مدینہ کے بعد حضور علیہ السلام نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان مواخات قائم فرمائی، تاکہ مہاجرین کی مدد واعانت کی جاسکے اور ان کے غم وپریشانی کو ہلکا کیا جاسکے۔ آپ علیہ السلام نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنا دیا۔ انصار مدینہ نے اپنے مہاجرین بھائیوں سے اپنے حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ حسن سلوک کیا۔ انہوں نے اپنی آدھی جائیداد اپنے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کردی۔ جس کی دو بیویاں تھیں اس نے اپنے انصاری بھائی کو پیش کش کی کہ جس بیوی کو تم کہتے ہو میں اسے طلاق دیتا ہوں اور عدت کے بعد تم اس سے نکاح کرلو لیکن مہاجرین نے اسے قبول نہ کیا۔ غزوہ بدر سے پہلے مواخات میں یہ بات شامل تھی کہ مہاجرین انصار کی وراثت میں حصہ دار ہوں گے، پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ﴾[39]، غزوہ بدر کے بعد میراث کے بارے میں مواخات ختم ہوگئی۔ ہر انسان کی وراثت اس کے اقرباء اور عصبات کی طرف لوٹ گئی۔
>
> حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں مہاجرین وانصار کے درمیان معاہدہ حلف کروایا تھا[40]۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کے غم کو دور کرنے اور

---

[39]۔ **القرآن**، 6:33۔

[40]۔ ابو محمد عبد الملک بن ھشام، **السیرۃ النبویۃ** (ملتان: عبد التواب، اکیڈمی، س ن)، 18:2۔

اتفاق واتحاد کے لئے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمادیا، جس کے بڑے خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔ انصار مدینہ مہاجرین سے اپنے سگے بھائیوں سے زیادہ محبت کرنے لگے اور انہوں نے ایثار وقربانی کی لازوال مثالیں قائم کیں۔ اس مواخات کے نتیجے میں مسلمان کفار ومشرکین کے مقابلہ میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط ہو گئے۔

2. میثاق مدینہ

میثاقِ مدینہ اور اس کے نکات بیان کرتے ہوئے ابن ہشام لکھتے ہیں:

> بیعت عقبہ اور مواخات کی صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کا آغاز کردیا تھا اور مسلمانوں کو اتحاد اتفاق کے ساتھ ایک مرکز میں جمع کردیا تھا۔ ہجرت کے بعد ریاست مدینہ میں مختلف رنگ ونسل اور مذہب کے لوگ بستے تھے۔ جیسے مدینہ کے یہودی قبائل، اوس وخزرج اور مسلمان مہاجرین وغیرہ۔ ان تمام لوگوں کے درمیان اتحاد ضروری تھا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مختلف الخیال لوگوں کے لئے ایک قانون اور معاہدہ ترتیب دیا، جسے میثاق مدینہ یا دستور مدینہ کہا جاتا ہے۔ اس کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:
>
> اَ. یہ ایک حلف نامہ ہے نبی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قریش اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہوجائیں اور ان کے ساتھ جنگ میں حصہ لیں۔
>
> ب. مہاجرین جو قریش میں سے ہیں اپنے محلے پر (ذمہ دار) ہوں گے اور اپنے خون بہا باہم مل کر ادا کریں گے اور اپنے قیدی خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے، تاکہ اہل ایمان کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔
>
> ج. بنو اوس اپنے محلوں پر ذمہ دار ہوں گے اور حسب سابق اپنے خون بہا باہم مل کر ادا کریں گے۔
>
> د. کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولی (معاہداتی بھائی) کے ساتھ خود معاہدہ برادری نہیں کرے گا۔

ہ. متقی ایمان والوں کے ہاتھ پر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سر کشی کرے یا گناہ یا زیادتی کرے یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اور ان کے ساتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

و. یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہو گی، نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

ز. کوئی مشرک (غیر مسلم رعیت) قریش کی جان اور مال کو کوئی پناہ نہ دے گا اور نہ ہی اس سلسلہ میں کسی مومن کے آڑے آئے گا۔

ح. یہودی اس وقت تک اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں گے۔

ط. ان معاہدہ کرنے والوں میں اگر کوئی قتل یا جھگڑا ہو جس سے فساد کا اندیشہ ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جائے گا۔

ي. قریش اور ان کے مددگاروں کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔

ک. یہودی اور مسلمان آپس میں اس کے خلاف مدد کریں گے جو یثرب پر حملہ کرے گا۔

ل. اگر یہود کو کسی صلح میں بلایا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر یہود کسی ایسے ہی معاملہ کے لئے اہل ایمان کو بلائیں تو مومنین بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کریں گے سوائے اس کے کوئی دینی جنگ کرے۔

م. یہ دستور کسی ظالم اور غدار کو بچانے کے لئے آڑے نہیں آئے گا۔ جو جنگ کے لئے نکلے یا مدینہ میں رہے، وہ دونوں امن کے مستحق ہیں سوائے اس کے جو ظلم کرے یا غداری کرے۔

ن. اللہ تعالی اور اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے محافظ اور نگہبان ہیں جو وفاشعار ہیں اور اس نوشتہ کی تعمیل کرنے والے ہیں"[41]۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ کے مختلف قبائل یہود

---

[41]۔ نفس مصدر، 1:501-504۔

اور مشرکین سے امن معاہدہ کیا تاکہ مدینہ منورہ کو تمام اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ کیا جاسکے اور اہل مدینہ امن وسلامتی سے زندگی گزار سکیں۔ اس میثاق مدینہ کے خوش گوار اثرات مرتب ہوئے۔ اہل مدینہ کے مختلف قبائل کے درمیان جنگوں کا سلسلہ جو عرصہ دراز سے جاری تھا، ختم ہو گیا۔ مدینہ کی بستی بیرونی حملوں سے محفوظ ہو گئی۔ اہل مدینہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور حاکم تسلیم کر لیا۔ اس معاہدے کی برکت سے کمزور قبائل پر ظلم وستم کا دور ختم ہو گیا۔ مدینہ شہر میں امن وامان اور عدل وانصاف قائم ہو گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے ساتھ ایک اور معاہدہ کیا جو فتح مکہ کا سبب بنا، جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ اب اس کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

3. معاہدہ حدیبیہ

مدینہ منورہ دونوں اطراف سے دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ شمال میں یہودی خیبر میں جمع تھے اور مدینہ منورہ سے جلاوطن ہونے والے بنو نضیر اور بنو قینقاع بھی وہاں جمع ہو گئے، جب کہ جنوب میں اہل مکہ سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا اور تین بڑی جنگیں ان سے ہو چکی تھیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ شمس الائمہ سرخسی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذہین کمانڈر اور صاحب فراست سیاستدان کی طرح یہ فیصلہ کیا کہ ایک سے صلح کرلی جائے تو دوسرے سے مقابلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ لہذا صلح کے لئے قریش کو چنا گیا۔ اس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:
>
> 1. قریش مکہ سے قریبی تعلقات اور رشتہ داریاں تھیں۔
> 2. تین جنگوں کی وجہ سے قریش کی طاقت کم ہو چکی تھی اور وہ صلح پر جلد تیار ہو سکتے تھے۔
> 3. مکہ میں قحط پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدد کی تھی۔
> 4. مکہ کی تجارتی شاہراہ بند ہونے سے قریش مکہ پریشان رہتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ آزادانہ تجارت کا راستہ ہموار ہو، اس لئے اہل مکہ بھی مسلمانوں سے صلح کرنا چاہتے تھے۔
> 5. نجد کے سردار ثمامہ بن اثال نے مکہ میں غلہ کی رسد بند کر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر غلہ جاری کیا۔

6. اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی سفارش اور مدد کے ذریعے ان پر احسان کیا تھا۔
7. حضور علیہ السلام نے ابوسفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ سے نکاح فرمالیا تھا۔
8. نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں صلح کی غرض سے آیا ہوں۔ آج مکہ والے جو مانگیں گے، صلح کے لئے دینے کے لئے تیار ہوں۔ ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ سے چند شرائط پر معاہدہ کیا[42]۔

معاہدہ حدیبیہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ مختلف اطراف سے دشمنان اسلام میں گھرا ہوا تھا۔ شمال میں یہودی قبائل آباد تھے اور جنوب میں کفار مکہ۔ دشمنان اسلام کی طرف سے ہر وقت جنگوں کا خطرہ موجود تھا۔ نبی امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ سے صلح کرنے کا فیصلہ کیا، کیونکہ قریش مکہ کے ساتھ حضور علیہ السلام کے قریبی تعلقات تھے۔ متعدد جنگوں نے قریش مکہ کی قوت وطاقت کو کم کردیا تھا اور وہ جلد صلح پر آمادہ ہوسکتے تھے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر کفار مکہ کی مدد کی تھی، اس لئے اب وہ بھی حضور علیہ السلام کے بارے میں کچھ نرم گوشہ رکھتے تھے۔

معاہدہ صلح حدیبیہ کی شرائط

صلح حدیبیہ کا معاہدہ درج ذیل شرائط پر کیا گیا:

1. اہل مکہ اور مسلمانوں کے درمیان دس سال تک جنگ روک دی جائے۔ لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے پر ظلم سے رکے رہیں۔
2. محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو حج، عمرہ یا تجارت کے لئے مکہ آئے تو اس کی جان ومال کا امان ہوگا اور قریش کا جو شخص مصر یا شام (بروایت ابوعبید عراق یا شام) جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو اسے جان ومال کا امان ہوگا[43]۔
3. قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو وہ اسے

[42]۔ ڈاکٹر حمید اللہ، **عہد نبوی میں نظام حکمرانی** (کراچی: اردو اکیڈمی، 1981ء)، 111-100۔

[43]۔ احمد بن يحيى البلاذري، **فتوح البلدان** (القاهرة: عالم الكتب عبد الخالق ثروت، ط:1، 1958)، 35۔

واپس کر دیں گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس آئے گا تو وہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے نہیں کریں گے۔

4. ہم آپس میں باہم سینہ بند رہیں گے (جن میں باہر سے کوئی غداری داخل نہ ہو سکے گی) اور نہ خفیہ کسی دوسرے کی مدد کی جائے گی اور نہ علانیہ خود خلاف عہد دغا کریں گے۔
5. جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہ ایسا کر سکتا ہے اور جو قریش کے معاہدے اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہ بھی ایسا کر سکتا ہے۔
6. اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس جائیں گے، البتہ آئندہ سال آپ تین راتیں (مکہ) میں ٹھہر سکیں گے۔ تلواروں کے سوا دوسرے ہتھیاروں کی اجازت نہیں ہو گی۔ وہ (تلواریں) بھی میانوں میں ہوں گی[44]۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں امن کو قائم کرنے کے لئے قریش مکہ سے ان کی شرائط کے مطابق معاہدہ حدیبیہ کیا تھا۔ یہ معاہدہ بظاہر کفار مکہ کے حق میں تھا اور مسلمانوں کے خلاف تھا لیکن اس کے ذریعے اسلام کو ترقی ملی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے آس پاس کے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے وفود بھیجے جس سے اسلام خوب پھیلا، پھر قریش مکہ کی طرف سے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی گئی اور حضور علیہ السلام کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر حملہ کیا گیا۔ اس خلاف ورزی کی وجہ سے یہ معاہدہ ٹوٹ گیا اور یہی چیز فتح مکہ کا سبب بنی۔ اب حلف کی اہمیت بیان کی جاتی ہے۔

حلف کی اہمیت شریعت اسلامی کی روشنی میں

اسلام حلف اور معاہدہ کی پابندی کو لازم قرار دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے معاہدے کی حدود و قیود بھی متعین کر دیں اور حلیف کے حقوق متعین کر دیئے۔ معاہدہ کی پابندی کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾[45]، اے ایمان والو پورا کرو (اپنے) عہدوں کو۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے وعدے پورے کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالی نے باہمی مدد و تعاون کا معیار مقرر

44۔ ابن ھشام، السیرة النبویة، 317:2۔

45۔ القرآن، 1:5۔

فرمادیا۔ عہد جاہلیت کے حق وباطل کی پرواہ کئے بغیر حلف کو باطل قرار دے دیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[46]، اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون سے منع فرمایا ہے۔ اس طرح ہر حال میں حلیف کی مدد سے منع کردیا گیا اور ظلم وستم پر مبنی معاہدوں کو کالعدم کردیا گیا۔ لہٰذا غلط امور میں ایک دوسرے کی مدد کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کر کے اپنے حلیف کو وارث قرار دینا بھی جائز نہیں۔ ایسے موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا: لاحلف في الاسلام. یعنی اسلام میں ایسا حلف اور معاہدہ درست نہیں جس میں دوسروں کی حق تلفی ہو۔ آگے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

وأیما حلف كان في الجاهلية لم يزده الاسلام الا شدة [47]۔

یعنی زمانہ جاہلیت کا وہ حلف جو امداد باہمی اور نیکی پر مبنی ہو اسلام نے اسے مضبوط کیا ہے، (جیسے زبیر بن عبد المطلب کا معاہدہ)

حلف الفضول میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت

یہ معاہدہ مظلوم اور غریب کی امداد اور ظالم کا ہاتھ روکنے کے لئے تھا۔ اس معاہدہ میں شامل اکثر لوگوں کے نام میں فضل کا لفظ آتا ہے، اس لئے اسے حلف الفضول کہا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس معاہدے میں شریک تھے اور بعد میں بھی اس معاہدہ کا ذکر فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ معاہدہ جو ابن جدعان کے گھر کے احاطہ میں ہوا تھا، جس میں میں بھی شامل تھا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدے سے غداری کی وجہ سے مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔ بنوہاشم، بنو تمیم اور بنو زہرہ نے یہ طے کیا تھا کہ ہم اس وقت تک مظلوم کا ساتھ دیتے رہیں گے، جب تک گرمی کی وجہ سے اس کا جسم پسینہ سے شرابور ہوتا رہے گا۔ یعنی جب تک اس کی مدد نہیں کر دی جائے گی اور مجھے زمانہ اسلام میں اگر اس طرح کے معاہدے کی دعوت

46۔ **القرآن**، 2:5۔

47۔ الساعاتي، **الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل**، 8:21۔

دی جاتی تو میں اسے قبول کرلیتا[48]۔

یہ معاہدہ حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ایک قول کے مطابق وہ معاہدہ مظلوم کی مدد اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور خبر گیری کے بارے میں تھا۔اس معاہدہ میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ علیہ السلام غریب ومظلوم کی مدد فرمانے والے ہیں اور امن وسلامتی کے داعی ہیں۔

اسی طرح "حلف المطيبين" وہ ہے جو قریش کے مابین ہوا۔اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جو لوگ حرم شریف کے اندر جنگ وقتال کریں گے،ان کے خلاف مشترکہ طور پر ایکشن لیا جائے گا۔اس لئے حضور علیہ السلام کے مذکورہ فرمان (لا حلف في الاسلام) کے دوسرے حصہ سے مراد حلف الفضول اور حلف المطیبین جیسے حلف اور معاہدے ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> میں مطیبین کے معاہدے میں شامل تھا۔میں اس وقت کم عمر تھا۔مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدے کو توڑنے کے بدلے مجھے سرخ اونٹ ملیں[49]۔

اس بحث سے واضح ہوا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو وعدہ پورا کرنے کی تاکید فرمائی ہے، بلکہ ایفائے عہد کو دین قرار دیا ہے اور وعدہ خلافی کو منافق کی نشانی قرار دیا ہے، لیکن یہ وعدہ اور معاہدہ نیکی کے کاموں میں ہونا چاہئے نہ کہ گناہوں کے کاموں میں۔اگر کسی نے گناہ کے کام پر کسی سے حلف یا وعدہ کیا تو اسے پورا نہیں کیا جائے گا، بلکہ اللہ کے حضور اس گناہ کی سچی توبہ کی جائے گی۔حضور علیہ السلام نے بھی نیکی کے فروغ کے لئے مختلف قبائل سے معاہدے کئے تھے۔جیسے میثاق مدینہ،معاہدہ حدیبیہ اور حلف الفضول وغیرہ۔

نتائج بحث

مذکورہ بالا بحث سے حاصل ہونے والے نتائج کو درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے:

1. مولی وہ غلام ہے جسے اس کا آقا آزاد کرتا ہے اور اس غلام کے مرنے کے بعد اس کا آقا وارث ہوتا ہے۔
2. زمانہ جاہلیت میں ولائے سائبہ کا رواج تھا،یعنی آقا اپنے غلام کو کہتا کہ تم آزاد ہو اور تم پر کسی کو ولاء حاصل نہیں، لیکن اسلام میں یہ شرط باطل ہے۔

[48]۔ الجصاص، أحكام القرآن،124:4۔

[49]۔ نفس مصدر،124:4-125۔

3. ولاء مکاتبت میں غلام کے آزاد ہونے کے بعد اس کے مرنے کی صورت میں اس کا آقا وارث شمار ہو گا۔
4. اسلام نے عقد ولاء اور معاہدہ کی بنیاد پر تقسیم وراثت سے منع کر دیا اور وراثت کے حقدار صرف قریبی رشتہ داروں کو قرار دیا۔
5. رشتہ ولاء کی بنیاد صرف امداد و حمایت نہیں بلکہ دین سے وابستگی بھی اس میں شامل ہے۔
6. اسلام کا رشتہ ولاء مسلمانوں کو کفار سے الگ رہنے کا حکم دیتا ہے لیکن مسلمانوں کے لیے یہ محبت کا درس ہے۔
7. زمانہ قدیم میں مختلف قبائل اپنی مدد و حفاظت کے لئے ایک دوسرے سے دوستی کے معاہدے کیا کرتے تھے اور آج کے دور میں مختلف ریاستیں اس قسم کے معاہدات کرتی ہیں۔
8. حضور علیہ السلام نے ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ منورہ کو تمام اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ کرنے کے لئے مدینہ کے مختلف قبائل سے امن معاہدات کئے۔
9. پیغمبر اسلام ﷺ نے مدینہ میں امن کی خاطر قریش مکہ سے ان کی شرائط کے مطابق معاہدہ حدیبیہ کیا تھا۔
10. اسلام اپنے ماننے والوں کو حلف اور معاہدہ پورا کرنے کی تاکید کرتا ہے لیکن یہ معاہدہ وحلف نیکی کے فروغ اور برائیوں کے خاتمہ کے لئے ہونا چاہئے۔

سفارشات و تجاویز

اس بحث کی روشنی میں درج ذیل سفارشات و تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

1. عصر حاضر میں اہل اسلام کو تمام امن پسند قوتوں سے قیام امن کے لئے معاہدات کرنے چاہئیں۔
2. کسی ملک یا قبیلہ سے معاہدہ صرف امن قائم کرنے کے لئے ہو، نہ کہ کسی ملک یا قبیلہ پر ظلم کے لیے۔
3. اس وقت تمام اسلامی ممالک کو آپس میں معاشی اور اقتصادی معاہدات کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ وہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے قرضوں کے چنگل سے آزاد ہو سکیں۔
4. اسلامی ممالک کو ایک دوسرے کی مدد کے لئے معاہدات کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی ملک کسی اسلامی ملک پر حملہ کرے تو سب کو مل کر اس کا راستہ روکنا چاہئے۔
5. تمام ممالک کو بلا تفریق مذہب و مسلک دہشت گردی اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے اور ظلم کہیں بھی ہو اسے ختم کرنے کا عہد کرنا چاہئے۔

Bibliography

1. *Al-Qur'ān.*
2. *Abu Al-Hasan Burhan Al-Din Ali Bin Abi Bakr Al-Marghinani. Al-Hidayah. Beirut: Dar Ihya' Al-Turath Al-Arab without Year.*
3. *Abu Al-Hasan Muslim Bin Al-Hajjaj Al-Qushayri. Sahih Muslim. Beirut: Dar Ihya' Al-Turath Al-Arabi, N.D.*
4. *Abu Bakr Ahmad Bin Ali Bin Thabit Bin Ahmad Bin Mahdi Al-Khatib Al-Baghdadi. Talkhiss Al-Mutashabih fī Al-Rasm. Damascus: Talas Li Al-Dirasat Wa Al-Tarjamah Wa Al-Nashr, 1985 AD.*
5. *Abu Bakr Bin Ali Bin Muhammad Al-Zabidi Al-Yamani Al-Hanafi. Al-Jawharah Al-Nayyirah. Beirut: Al-Matba'ah Al-Khayriyyah, 1322 AH.*
6. *Abu Muhammad Abd Al-Malik Bin Hisham. Al-Sirah Al-Nabawiyyah. Multan: Abd Al-Tawab, Akidami, N.D.*
7. *Ahmad Bin Abd Al-Rahman Bin Muhammad Al-Banna Al-Sa'ati. Al-Fath Al-Rabbani Li Tartib Musnad Al-Imam Ahmad Bin Hanbal Al-Shaybani Wa Ma'ahu Bulugh Al-Amani Min Asrar Al-Fath Al-Rabbani. Lahore: Dar Ihya' Al-Turath Al-Arabi, N.D.*
8. *Ahmad Bin Ali Abu Bakr Al-Razi Al-Jassas Al-Hanafi. Ahkam Al-Quran. Beirut: Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, 1415 AH.*
9. *Ahmad Bin Yahya Al-Baladhuri. Futuh Al-Buldan. Cairo: Al-Matba'ah Al-Khayriyyah, 1958 AH.*
10. *Dr. Hamid Ullah. 'Ahad Nabawi Mein Nizam Hukmarani. Karachi: Urdu Academy, 1981 AD.*
11. *Jawad Ali. Al-Mufassal Fi Tarikh Al-Arab Qabl Al-Islam. Beirut: Dar Al-Saqi, Al-Tab'ah Al-Thaniyahm, 1993 AD.*
12. *Muhammad Ameen Ihsan Al-Mujaddidi Al-Barkati. Al-Ta'rifat Al-Fiqhiyyah. Beirut: Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, 1424 AH.*
13. *Muhammad Bin Faramurz Bin Ali Al-Shahir Bi Mulla Khusrau. Durar Al-Hukkam Sharh Ghurar Al-Ahkam. Beirut: Dar Ihya' Al-Kutub Al-Arabiyyah, N.D.*
14. *Muhammad Bin Jarir Bin Yazid Bin Kathir Bin Ghalib Al-Amili. Jam' Al-Bayan Fi Ta'wil Al-Quran. Beirut: Mu'assasat Al-Risalah, 1420 AH.*
15. *Ibn Manzur Al-Ansari Al-Ruwaifi Al-Ifriki. Lisan Al-Arab.*

Beirut: Dar Sadr, N.D.

16. Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari. Jamal Al-Quran. Lahore: Ziya Al-Quran Publication, N.D.
17. Salamah Bin Muslim Al-'Awtabi Al-Suhari. Al-Ibanah Fi Al-Lughah Al-Arabiyyah. Oman: Wizarat Al-Turath Al-Qawmi Wal-Thaqafah, 1420 AH.
18. Uthman Bin Ali Bin Mahjan Al-Bari'i. Tabyin Al-Haqa'iq Sharh Kanz Al-Daqa'iq. Cairo: Al-Matba'ah Al-Kubra Al-Amiriyyah - Bulaq, 1313 AH.
19. Zafar Ahmad Usmani. I'la' Al-Sunan. Karachi: Idarah Al-Quran Wal-Ilum Al-Islamiyyah, 1427 AH.
20. Zain Al-Din Muhammad Al-Mad'oo Bi Abd Al-Ra'uf Bin Taj Al-'Arifin Al-Manawi Al-Qahiri. Al-Tawqif 'Ala Muhimmat Al-Ta'arif. Cairo: 'Alam Al-Kutub Abd Al-Khaliq Tharwat, 1410 AH.